# مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ کے سندھی سماج پر اثرات

ڈاکٹر یاسر محمود
ریسرچ ونگ، ۹۲۔ نیوز چینل، لاہور

# IMPACTS OF HASHIM THATTVI'S EFFORT ON SINDH

Yasir Mehmmod, PhD
Research Wing, 92 News Channel, Lahore

**Abstract**

Makhdoom Muhammad Hashim Thattvi was one of the most prominent Islamic scholars in the history of Sindh. He was a great jurist, poet, academician, researcher, Muhaddith and Mufassir who authored hundreds of books. He also worked as chief justice in the Kalhora reign. He was the leading Islamic theologian and the Imam of the grand Masjid at Thatta. He engaged himself in missionary services. His religious dictums helped in shapping of Sindhi culture and spread of Islamic tradition in Sindh. He was believed to be a leading authority on the Fatwa-e-Alamgiri. He belonged to the Qadri Order of Sufism. He had a large following throughout the Muslim world especially in Sindh.

**Keywords:**

ہاشم ٹھٹھوی، قاضی اطہر مبارکپوری، عہد فاروقی، حافظ ابن حجر، ہندوستان، سندھ، عرب وہند عہد رسالت میں، رجال السند والہند

سرزمین سندھ جسے باب الاسلام ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے، اپنے تاریخی پس منظر اور ہندوستان میں مسلم تہذیب وثقافت کو پروان چڑھانے میں بنیادی زینے کی حیثیت رکھتی ہے۔ سندھ میں دین اسلام کون، کس وقت لایا؟ اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

بعض مؤرخین ومحققین کے مطابق نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ہی سندھ میں دعوتِ اسلام پہنچ چکی تھی اس پر عموماً اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جو مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ نے بیاض ہاشمی میں مخدوم محمد جعفر بوبکانی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھی ہے کہ سندھ میں رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں پانچ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دعوتِ اسلام لے کر آئے جن میں سے دو حضرات واپس تشریف لے گئے اور تین حضرات نے سندھ قیام فرمایا اور یہیں ان کا انتقال ہو۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

**رُوِیَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَرْسَلَ کِتَابَہٗ اِلیٰ اَھْلِ السِّنْدِ عَلٰی یَدِ خَمْسَۃِ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَلَمَّا جَاؤُوْا فِی السِّنْدِ فِی قَلْعَۃٍ یُقَالُ "نیرون" اَسْلَمَ بَعْضُ اَھْلِہٖ ثُمَّ رَجَعَ مِنْ اَصْحَابِہٖ اِثْنَانِ مَعَ الْوَافِدِ عَلَیْہِ مِنَ السِّنْدِ وَ بَقِیَ ثَلَاثَۃٌ مِنْھُمْ فِی السِّنْدِ وَ اَظْھَرَ اَھْلُ السِّنْدِ اْلاِسْلَامَ وَ بَیَّنُوْا لِاَھْلِ السِّنْدِ اْلاَحْکَامَ وَ مَاتُوْا فِیْہِ وَ قُبُوْرُھُمْ فِیْہِ اْلآنَ مَوْجُوْدَۃٌ وَجَدْتُ ۔(۱)**

یعنی روایت کی جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پانچ صحابہ پر مشتمل ایک گروہ کے ذریعے اپنا پیغام اہل سندھ کو ارسال فرمایا، صحابہ کا یہ قافلہ سندھ کے مشہور قلعہ "نیرون" میں آ کر رکا تو یہاں کے بعض لوگوں نے ان کی دعوت وتبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا، پھر ان پانچ صحابہ کرام میں سے دو اہل سندھ کے ایک وفد کے ساتھ واپس چلے گئے جب کہ تین حضرات سندھ میں ہی قیام پذیر ہو گئے، انھوں نے اہل سندھ کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروایا اور دینی مسائل واحکام سکھائے۔ ان تینوں صحابہ کرام کا وصال سرزمین سندھ میں ہی ہوا، اور ان کی قبور مبارکہ آج بھی وہاں موجود ہیں جنھیں میں نے (مخدوم ہاشمؒ) خود دیکھا ہے۔

البتہ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری اپنی کتاب "عرب وہند عہد رسالت میں" اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مستند نہیں ہے۔(۲)

سرزمین سندھ میں دین اسلام کی آمد کے سلسلے میں مستند بات یہ ہے کہ یہاں دعوتِ اسلام عہد فاروقی میں پہنچی اور مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہا جمعین سندھ تشریف لائے جن میں حضرت حکم بن ابی العاص، حضرت خرید بن راشد السامی، حضرت سنان بن سلمہ، حضرت سہل بن عدی انصاری رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر حضرات صحابہ شامل ہیں۔ بعض قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک زوجہ کا تعلق سندھ سے تھا جن کا نام حضرت خولہ تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ انھی کے

بطن سے تھے۔حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رَأَیْتُ اُمَّ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَۃِ سِنْدِیَّۃً سَوْدَاءَ وَ کَانَتْ اَمَۃً لِبَنِی حَنِیْفَۃ ۔یعنی میں نے محمد بن حنفیہ کی ماں کو دیکھا جو سیاہ رنگ کی سندھی خاتون تھیں اور بنو حنفیہ کی باندی تھیں ۔(۳)

عہدِ فاروقی میں سندھ کی طرف دعوتِ اسلام لے کر آنے والے حضرات کی تعداد مسلسل بڑھتی رہی، چناں چہ سندھ میں علمِ حدیث کا سلسلہ فروغ پانے لگا۔ جب محمد بن قاسم 93ہجری میں سندھ داخل ہوئے تو ان کے ساتھ بہت سے تابعین بھی جہادِ سندھ کے لیے آئے تھے اور فتح سندھ کے بعد انھوں نے یہاں آبادیاں قائم کرلیں اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے ۔اس طرح علمِ حدیث اور دیگر علوم کو ترقی ملی جگہ جگہ کتب خانے اور درس وتدریس کے حلقے قائم ہوئے اس دور میں سندھ میں بڑے بڑے محدثین اور فقہا کرام پیدا ہوئے جنھوں نے علوم وفنون کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا ،مثلاً مولانا اسلامی دیبل کے رہائشی تھے جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا تو مولانا اسلامی نے علم وفضل میں بلند مقام حاصل کیا۔محمد بن قاسم نے ان کو راجہ داہر کے پاس دعوتِ اسلام دے کر بھیجا تھا ۔(۴)

قرآن پاک کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کا اعزاز بھی اہل سندھ کو ہی حاصل ہے، تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ۲۷۱ہجری میں منصورہ کے ایک عالم نے قرآن کا سب سے پہلے سندھی میں ترجمہ کیا ۔(۵)

ترجمہ قرآن کی طرح علم حدیث کی ترتیب وتدوین میں بھی اہل سندھ کو باقی اہل علم پر سبقت حاصل ہے ۔امام ربیع بن صبیح رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے، ان کا تعلق سرزمین سندھ سے تھا اور یہی وہ پہلے محدث ہیں جنھوں نے سب سے پہلے بصرہ میں احادیث کو ابواب کی صورت میں ترتیب دے کر کتاب لکھی ۔حاجی خلیفہ اپنی کتاب ''کشف الظنون'' میں لکھتے ہیں:

قِیْلَ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ صَنَّفَ وَ بَوَّبَ ھُوَ الرَّبِیْعُ بْنُ صَبِیْحِ الْبَصَرِی ثُمَّ اِنْتَشَرَ جَمْعُ الْحَدِیْثِ وَ تَدْوِیْنُہٗ وَتَسْطِیْرُہٗ فِی الْاَجْزَاءِ وَالْکُتُبِ ۔(۶)

یعنی بصرہ میں پہلی بار احادیث کو ابواب کی شکل میں ترتیب دینے کا سہرا امام ربیع بن صبیح کے سر ہے ۔ان کی اس کاوش کے بعد پھر احادیث کو جمع کرنا ان کو مدون کرنا اور اجزا اور کتب میں لکھنا رائج ہوتا چلا گیا ۔

تقریب التہذیب میں حافظ ابن حجرؒ نے بھی ان کے بارے میں یہی نقل کیا ہے کہ امام رامہرمزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''راویوں کے ساتویں طبقے میں سے امام ربیع بن صبیح پہلے شخص ہیں جنھوں نے بصرہ میں کتب احادیث کو لکھا ۔(۷)

ایسے ہی محدث ابوجعفر سندھی رحمہ اللہ امام بخاری علیہ الرحمۃ سے قبل یا ان کے ہم عصر تھے، انھوں نے اور امام ابوالفرج سندھی رحمہ اللہ نے حدیث کی کتابیں لکھی ،جن کی تفصیل قاضی اطہر مبارکپوری کی مشہور کتاب ''رجال السند والہند'' میں دیکھی جاسکتی ہے ۔

۲۵۰ہجری میں گو عربوں کی سرزمین سندھ میں حکومت عملاً اختتام پذیر ہوئی لیکن سندھ کی دو ریاستیں منصورہ اور ٹھٹھہ ۷۵۲ہجری تک اسلامی ریاستوں کے طور پر باقی رہیں۔اس دوران عرب وسندھ کے لوگ اِدھر اُدھر منتقل ہوتے رہے اور سینکڑوں مایہ ناز علما پیدا ہوئے۔چوتھی صدی ہجری، بنوعباسیہ کے دور میں اسلام پوری دنیا میں اپنے عروج پر تھا۔اس وقت سندھ بھی بغداد اور کوفہ کی نظیر تھا۔مولانا قاضی اطہر مبارکپوری اس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

چوتھی صدی ہجری ہباریوں (یہ حضرت ہبار بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے تھے) کے دور میں بغداد اور بصرہ کی طرح سندھ، منصورہ، دیبل بھی اسلامی علوم وفنون کے مراکز تھے جگہ جگہ علوم وفنون کی بساطیں بچھیں ہوئی تھی، گھر گھر دارالعلوم بنا ہوا تھا۔ایک ایک بستی میں سینکڑوں علمائے کرام تھے۔اس دور میں سندھ میں اسلامی زندگی اپنے پورے شباب پر تھی۔ہباری حکمراں بڑے علم دوست اور اہل علم کے قدر دان تھے۔ان کا مسلک اگر چہ امام داود ظاہری کا تھا کہ وہ ظاہرِ حدیث پر عامل تھے مگر پورے سندھ میں فقہائے احناف کی کثرت تھی۔معتزلہ کی عقلیت پسندی سے نجات تھی۔عام مسلمانوں کا دینی حال نہایت اچھا تھا۔مذہبی تعصب اور گروہ بندی نہ تھی۔بڑے بڑے شہروں میں عربی اور سندھی دونوں زبانیں رائج تھیں۔دیبل علما وفضلا کا مرکز تھا منصورہ تو گویا دارالاسلام بن کر بغداد کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔(۸)

امام مقدسی سندھ کا مذہبی حال یوں بیان کرتے ہیں:''سندھ کے اکثر مسلمان حدیث پر عامل ہیں اور مرکزی شہر حنفی فقہا وعلما سے خالی نہیں ہیں۔یہاں نہ مالکی ہیں نہ معتزلی اور نہ حنابلہ کے مسلک پر عمل ہے۔یہاں کے لوگ صراطِ مستقیم اور اچھے مسلک پر ہیں اور صلاحیت وپرہیزگاری رکھتے ہیں۔اللہ نے ان کو مذہبی غلو وتعصب اور فتنہ وفساد سے امان میں رکھا ہے''۔(۹)

دارالسلطنت منصورہ کے بارے میں لکھتے ہیں:''یہاں اسلام تروتازہ ہے اور علم اور اہل علم کثرت سے ہیں، ان کے اخلاق وعادات اہلِ عراق سے ملتے ہیں اور ان میں بردباری اور حسنِ اخلاق ہے۔''(۱۰)

علامہ یاقوت حموی سندھ کا حال یوں لکھتے ہیں:''سندھ والوں کی اکثریت حنفی مذہب کی پیروی کرتی ہے۔''(۱۱)

مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی چوتھی صدی ہجری کے سندھ کا نقشہ یوں بیان کرتے ہیں:

> ''سندھ کا ملک علم وفضل وتہذیب میں یہاں تک ترقی کر چکا تھا کہ اس کی شعاعیں بنگال و تبت تک پڑنے لگیں اور علم وعلما کی قدر دانی نے ہندوستان کے باکمال لوگوں کو بغداد پہنچایا، اس زمانے میں ''قنوج'' کے راجہ کو ''ملک الہند'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور اس کے لیے خلیفہ بغداد کی طرف سے تحائف آتے تھے۔''(۱۲)

مذکور بالا حوالوں سے یہ بات واضح ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں سندھ علوم وفنون کا گہوارہ اور علماوفضلا کا مرکز تھا۔چوتھی صدی کے بعد بھی سندھ میں بڑے بڑے علما کرام پیدا ہوئے ،جنھوں نے دینِ اسلام کی ہر طرح خدمت کی اور علم وعمل کے میدان میں اپنا لوہا منوایا۔حالاں کہ اس کے بعد سندھ میں سیاسی حالات سازگار نہ رہے بلکہ بار بار حکومتیں بدلتی رہیں اور جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہا اس کے باوجود یہاں کے اہلِ علم حضرات دینی خدمات میں مشغول رہے۔

باب الاسلام سندھ کے دیگر مشہور شہروں منصورہ، دیبل اور ٹھٹھ کو مسلم ثقافت وتہذیب کی تاریخ میں بغداد وقرطبہ کا ہم پلہ شمار کیا جاتا تھا جہاں سینکڑوں علمی مدارس تھے۔

مشہور مستشرق عالم ہملٹن جو ۱۱۰۱ ہجری میں ٹھٹھ آیا تھا، اس نے لکھا ہے یہاں پر چار سو کالج ہیں جس میں ہزاروں طلبہ شب وروز اپنی علمی تشنگی بجھانے میں مصروف ہیں۔

ٹھٹھ کے اس دور کی علمی شناخت میں جو نام بہت نمایاں نظر آتا ہے اور شیخ الاسلام مخدوم محمد ہاشم کا ہے۔

## مخدوم ہاشم ٹھٹوی ؒ کی ولادت اور ابتدائی احوال

آپ کی ولادت ۱۰ ربیع الاول ۱۱۰۴ ہجری میں مخدوم عبدالغفور کے گھر مضافات ٹھٹھ میں بٹورے کے مقام پر ہوئی۔مخدوم صاحب کی ذات پنہور تھی، پنہور قوم کا نسب حارث بن عبدالمطلب کے ساتھ ملتا ہے۔ یہ لوگ محمد بن قاسمؒ کے ساتھ آئے تھے اور سندھ میں آباد ہو گئے ۔ البتہ جہاں تک لفظ مخدوم کا تعلق ہے یہ کوئی ذات نہیں ہے بلکہ آپ کو علمی جدوجہد اور دینی خدمات سرانجام دینے کی وجہ سے مخدوم کہا جانے لگا جب کہ رچرڈ برٹن نے لکھا ہے کہ مخدوم اس وقت سندھ میں ایک عہدہ تھا جس کے لیے بڑے بڑے لوگ خواہش مند ہوتے تھے۔(۱۴)

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور چھ ماہ میں قرآن پاک ختم کر لیا۔مروجہ علوم وفنون کی تعلیم وقت کے ماہر اساتذہ مخدوم محمد سعید اور مخدوم ضیاء الدین سے حاصل کی۔علم حدیث کی تحصیل ٹھٹھ کے مشہور محدث مخدوم معین ٹھٹویؒ سے کی۔صرف ۹ سال کے مختصر عرصے میں آپ نے تمام مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کی۔

## بیعت وارادت، سفر حرمین شریفین

مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد روحانی سفر کا آغاز کرنے اور باقاعدہ بیعت ہونے کے لیے آپ اپنے وقت کے مشہور صوفی حضرت ابو القاسم نقشبندیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت کی درخواست کی تو مخدوم ابوالقاسم نقشبندی نے فرمایا: میرے مریدین کی صورتیں میرے سامنے پیش کی گئی تھیں

جن میں تمھاری صورت نہیں تھی۔''

جب انھوں نے بیعت کرنے سے عذر کر دیا تو مخدوم صاحب نے عرض کی کہ حضرت مجھے ایسا شیخ بتلا دیں جن سے اصلاحی تعلق قائم کروں، تو حضرت ابوالقاسم نقشبندی نے فرمایا: ''تم سید سعداللہ کے پاس سورت بندر چلے جاؤ اور ان کی خدمت میں رہو''۔ مخدوم ہاشمؒ ۱۱۳۵ ہجری حجاز مقدس تشریف لے گئے، حج کی سعادت حاصل کی اور پھر وہاں مکہ اور مدینہ کے بڑے بڑے علما سے حدیث کی اسناد اور اجازت حاصل کی جن میں شیخ ابو طاہر محمد مدنی، شیخ عبدالقادر حنفی، شیخ عید بن علی مصری، شیخ عبدعلی بن عبدالمالک، الدراوی اور شیخ محمد بن عبداللہ مغربی فاسی مدنی مالکی شامل ہیں۔

## زیارت نبوی ﷺ کی سعادت

آپ نے خود لکھا ہے اور سندھ کے اہل علم میں بھی مشہور ہے کہ مخدوم ہاشم ٹھٹویؒ کو ۷ ارجب ۱۱۳۶ھ جمعہ کی شب کو مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے کسی کتاب کے حاشیہ میں بطور یادداشت خود تحریر کیا ہے کہ بندہ روضہ سرکار ﷺ پر حاضر ہوا اور درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے اس حقیر کو جواب عنایت فرماتے ہوئے یوں فرمایا: وَ عَلَیْکُمُ السَّلَامُ یَا مُحَمَّد ھاشم تتوی''۔

مخدوم صاحب کے ہم عصر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بھی سفر حرمین شریفین کے دوران ایسے مشاہدات وفیوضات کا ذکر ''فیوض الحرمین'' میں کثرت سے کیا ہے۔(۱۴)

مخدوم صاحب کے سفر حرمین کا تذکرہ رچرڈ برٹن نے ان الفاظ میں کیا ہے: ''انھوں نے ہندوستان اور عربستان کا سفر کیا۔ عربی اور فارسی زبانوں میں اچھی طرح عبور تھا، فقہ میں بھی مہارت حاصل تھی۔ کہتے ہیں کہ سفر حج کے دوران انھوں نے عیسائی پادریوں سے کئی مناظرے کیے اور عیسائیت کے خلاف رسائل بھی تحریر کیے۔(۱۵)

حج سے واپسی پر سورت بندر کے مشہور عالم دین حضرت سید سعداللہ سورتی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور ایک سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہنے کے بعد سید سعداللہ سورتی نے آپ کو خرقہ خلافت سے نوازا اور ماہ صفر ۱۱۳۷ ہجری میں آپ ٹھٹھہ واپس آ گئے۔(۱۶)

## حب رسول ﷺ

آپ کی کتب کے مطالعے سے یہ بات بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ وہ سچے عاشق رسول تھے۔ اس وفور محبت کی جھلک آپ کے ان قصائد و مدحیات سے واضح ہے جو آپ نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں لکھے ہیں:

اَیَا نَسِیمَ صَبَا اِنْ زُرْتَ رَوْضَتَہٗ　　　سَلِّمْ عَلٰی الْمُصْطَفٰی صَاحِبَ النِّعَمِ

یعنی اے صبح کی نسیم! اگر تیرا گزر روضہ پاک پر ہو تو اللہ کی نعمتوں کے مالک مصطفیٰ ﷺ کو میرا اسلام کہنا۔

رُوْحِیْ فِدَاکَ وَاَنْتَ حَیَاۃُ رُوْحِیْ　　　وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ وَالشِّفَا مِنْ سَقَمِ

یعنی آقا جی! میری روح آپ ﷺ پر فدا ہو آپ میری روح کی حیات ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور میرے مرضوں کی دوا ہیں۔

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں آپ کا مقام اور مرتبہ کیا تھا اور کونین پناہ ﷺ کی عنایات آپ کو کس قدر حاصل تھیں؟ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ اکثر اوقات درویش وقت حضرت مخدوم ابوالقاسم نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہتے، مخدوم ابوالقاسمؒ کی عظمتوں کا ایک زمانہ معترف تھا۔ ایک دن دوران وضو مخدوم ابوالقاسمؒ نے کہنی سے کلائی کی جانب پانی بہایا تو مخدوم ہاشمؒ نے عرض کیا: از روئے شریعت اور قواعد فقہیہ بازو دھوتے وقت ہاتھ کی جانب سے کلائی طرف پانی بہانا چاہیے۔

مخدوم ابوالقاسمؒ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی وضو فرماتے دیکھا ہے۔ مخدوم ہاشمؒ نے عرض کیا: زروئے شرع مسنون طریقہ تو وہی ہے جو میں نے عرض کیا ہے باقی آپ کی مرضی۔ کہتے ہیں اسی رات حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کو دوبارہ شرف زیارت رسول ﷺ ہوا تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا: ابوالقاسم! اگرچہ آپ نے مجھے ایسے ہی وضو کرتے دیکھا تھا، لیکن عمل اسی طرح کرو جیسے محمد ہاشم کہہ رہا ہے۔ (۱۷)

## خدمات جلیلہ اور سماجی اصلاحات

یہ حقیقت ہے کہ کائنات کی ہر چیز مرور ایام کے ساتھ ساتھ روبہ زوال ہے البتہ شیطنت میں ہمہ وقت ترقی ہی ترقی ہے۔ خود آقا کریم ﷺ نے اسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے شر کے دنیا کی ہر چیز زوال کی طرف جارہی ہے البتہ شر میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ (۱۸)

شر اور شیطنت دیمک کی طرح معاشرتی اقدار اور سماجی روایات کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں، اور وہ معاشرہ جو انسانیت کے تحفظ اور طمانیت کا آئینہ دار ہوتا ہے، اسے ظلم اور بے راہ روی کی آماجگاہ بنا دیتی ہیں۔ ان حالات میں اگر اصحاب فکر ونظر ارباب بست وکشاد کی توجہ اصلاح کی جانب مبذول نہ کروائیں تو معاشرے کے ساتھ ساتھ افراد واقوام بھی صفحہ ہستی سے مٹا دی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب قبرص مسلمان افواج کے ہاتھوں فتح ہوا تو حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا تنہا بیٹھے روئے جارہے ہیں۔ انھیں بہت حیرانی ہوئی۔ جا کر سوالیہ نگاہوں سے پوچھتے ہیں: ایسے مبارک دن میں رونا، مجھے سمجھ نہیں آرہا؟ آج تو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور اہل ایمان کو عزت بخشی ہے؟ حضرت ابوالدرداء

تربیت نبوی ﷺ سے فیض رسیدہ تھے، بولے: اے جبیر! افسوس تم نہیں سمجھ سکتے۔ دیکھا جب کوئی قوم اللہ تعالٰی کے فرامین کو پس پشت ڈالتی ہے تو وہ عنداللہ بے قدر و قیمت ہو جاتی ہے۔ کہاں یہ مفتوحہ قوم کہ ایک دن یہاں کی حاکم تھی۔ اور کہاں یہ آج کا دن۔ کیسے ذلیل و رسوا ہو رہی ہے۔ اور تم خود اس کی رسوائی کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ (۱۹)

مخدوم ہاشم ٹھٹویؒ نے جس معاشرے میں شعور کی آنکھ کھولی وہ گوناگوں برائیوں میں الجھا ہوا تھا، کہیں تو دولت وثروت اور اس کے غیر منصفانہ اخذ و اکتساب اور تقسیم کے مسائل تھے، حلال وحرام کی حدود شبہات کے جالے میں دھندلی ہوتی جارہی تھیں اور کہیں دین کے نام پر پیشہ ور افراد رسومات کو عین عبادت کا مقدس غلاف چڑھا رہے تھے۔ ہوائے نفسی اور خود ساختہ آرا سازی کو الہام کا جامہ پہنا کر معاشرے کی اقدار میں شامل کیا جا رہا تھا۔ غرض شیطنت کا جھکڑ پورے زور سے چل رہا تھا۔ بقول حافظ شیرازی: ہمہ آفاق پراز فتنہ وشری بینم۔ ان حالات میں بعض اہل فکر اور معاشرتی توازن کو برقرار رکھنے کے ذمہ داران خاموش نظر آتے ہیں۔ لیکن مخدوم ہاشم ٹھٹوی پوری ہمت اور بساط سے اٹھتے ہیں اور معاشرے کی بگڑتی روایات اور بڑھتی تباہی کے سامنے سد سکندری تعمیر کرنے کی ٹھان لیتے ہیں۔ آپ کے سامنے بنی اسرائیل کے اس عابد اور متقی شخص کی مثال موجود تھی جس کی پاکدامنی اور کرداری عظمت کا زمانہ گواہ تھا۔ لیکن اسے اپنی ذات کے علاوہ کسی کی اصلاح اور فلاح سے کوئی سروکار نہ تھا۔ قوم کی بداعمالیوں کو سزا دیتے ہوئے جب خدائے لم یزل نے حضرت جبرائیل کو حکم دیا: جاؤ اور پوری بستی کو الٹ دو۔ تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا: خدایا! اس بستی میں ایک ایسا بندہ بھی ہے جس نے زندگی بھر ایک لحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی عبادات کی بجا آوری میں غفلت کا مرتکب ہوا؟ رب ذوالجلال نے فرمایا: اس شخص کو بھی ساتھ ہی لپیٹ دو کیونکہ اس کے سامنے میرے احکامات توڑے جاتے تھے، غلط کاریاں ہوتی تھیں لیکن اس کے ماتھے پر کبھی شکن بھی نہیں پڑی کہ یہ لوگ کیوں حدوداللہ کو پامال کر رہے ہیں۔ (۲۰)

مخدوم صاحب نے جس راہ کا انتخاب کیا وہ ایک مشکل، پرخطر اور صبر آزما تگ ودو کی متقاضی تھی۔ یہ راہ انسان کو گوشہ عافیت سے نکال کر شاہراہ حیات کی اس پگڈنڈی پر لا کھڑا کرتی ہے جہاں اس نے اپنے ساتھ ساتھ قوم کی منزل مقصود کے لیے حتمی اور سیدھی راہ کا تعین کرنا ہوتا ہے۔ مخدوم صاحب نے پورے شعور اور مکمل ارادے سے تمام ترنجی اور ذاتی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر اس راہ کو منتخب کیا۔ گو آپ کو اغیار کی ریشہ دوانیوں کے ساتھ ساتھ آستین کے اژدہوں سے بھی سابقہ پڑا۔ سازشیں ہوئی، بدگمانیاں پھیلائی گئیں، شہرت طلبی کے الزامات لگائے گئے، حکمرانوں کی کاناپھوسی کی گئی وغیرہ وغیرہ۔ پتہ نہیں کیا کچھ کہا گیا، جس کا جتنا ظرف تھا اس نے پروپیگنڈا مہم میں استعداد سے بڑھ کر حصہ لیا، ان تمام حالات وواقعات کہ باجود مخدوم ہاشم

ٹھٹوی ہمت اور استقامت کا کوہ صفا بنے رہے۔ بقول مولانا محمد علی جوہر:

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف　　　　کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

غالباً درویش کامل حضرت ابوالقاسم نقشبندیؒ کی نگاہ دور بین نے مخدوم صاحب کو پیش آمدہ حالات وواقعات بھانپ کر آپ کی غیر متزلزل قوت ارادی کو دیکھتے ہوئے فرمایا تھا: آفریں ہے اس ماں پر جس نے مخدوم ہاشم جیسا بیٹا پیدا کیا جس کی زمانے بھر میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔(۲۱)

اگر کبھی لوگ انھیں ان کی اپنی عظمت یاد دلانے کی کوشش کرتے تو وہ فرماتے: ابوالقاسم جیسے تو بہت ہیں لیکن یہ مرد مجاہد (مخدوم ہاشم) اپنی شان اور مقام میں منفرد ہے۔(۲۲)

مخدوم صاحب نے اپنی عملی مساعی کی شروعات، بمقتضائے حدیث نبوی ﷺ زبان، ہاتھ اور دل تینوں طرح سے معاشرتی منکرات کی اصلاح کا آغاز کیا ایک طرف نادرشاہ، اور احمد شاہ ابدالی جیسے طاقتور حکمرانوں کو اصلاح احوال کے لیے خطوط لکھے تو دوسری جانب حاکم سندھ میاں غلام شاہ کلہوڑا اور اس کے امرا سے عملی طور پر معاشرتی اصلاح کا کام لیا۔ انھیں حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں ان کی منصبی ذمہ داری بتلائی کہ یاد رکھو ایک بار رسول خدا ﷺ نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: اگر کسی قوم میں کوئی ایسا فرد، موجود ہو جو افراد معاشرہ کو ارتکاب منکرات سے باز رکھنے کی ہمت وطاقت رکھتا ہو لیکن پھر بھی وہ سد منکرات کے لیے اپنی سعی بروئے کار نہ لائے تو اللہ تعالیٰ سب کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔(۲۳)

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی نے اپنی اصلاحی سرگرمیوں کا آغاز تو بٹھورو کے نزدیکی گاؤں بہرام پور سے کیا اور وہاں کے لوگوں کو دین اسلام کی اشاعت وترویج کے لیے وعظ اور تقریروں کا سلسلہ شروع کیا مگر اس کا خاطر خواہ فائدہ نہ دیکھتے ہوئے بہرام پور سے ٹھٹھہ شہر میں آگئے اور یہاں اگر محلّہ میں جامع خسرو (دابگراں والی مسجد) کے قریب دار العلوم ہاشمیہ کے نام سے اصلاحی مرکز کی بنیاد رکھی یہاں انھوں نے دین اسلام کی اشاعت وترویج، تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ (۲۴)

مخدوم ہاشمؒ کی اصلاحی سرگرمیوں کی کئی ایک جہات تھیں، وہ رونق منبر ومحراب بھی تھے اور درس وتدریس کو بھی اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا، روزانہ ظہر کے بعد درس حدیث کا اہتمام ساری زندگی جاری رکھا۔ زبانی وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ مختلف اصلاح طلب معاملات پر درجنوں کتب تحریر فرمائیں، جن میں عقائد وعبادات کے ساتھ سماجی احوال کو بھی حقیقی اسلامی نقطہ نظر سے پیش کیا۔ غرض جن جن مسائل میں زیادہ اور فوری اصلاح کی ضرورت تھی اس پر اتنی ہی جانفشانی سے کوشش کی۔ مثلاً آپ نے دیکھا کہ معاشرے میں بعض لوگ اہل بیت رسول ﷺ کے حوالے سے افراط وتفریط کا شکار ہیں اور اہل بیت کا قرآن وحدیث میں متعین ومنصوص مقام واحترام اپنی دستوریت کھو رہا ہے تو آپ نے اہل بیت واولاد رسول ﷺ کے حوالے سے

فوراً "وَسِيلَةُ الْغَرِيْبِ اِلٰی جَنَابِ الْحَبِيْبِ" لکھی۔ ایسے ہی حج وعمرہ کی ادائیگی کے بعد دربار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سلام نیازمندی پیش کرنے کے حوالے سے "حَیاتُ الْقُلُوبِ فِی زِیَارَۃِ الْمَحْبُوبِ" لکھی۔

غرض آپ کی جملہ تصانیف محض اپنی علمیت کا رعب بٹھانے کے لیے نہیں بلکہ ہر تصنیف ایک خاص ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھی اور پھر اس موضوع پر بھرپور اصلاحاتی نکات کو تحریری صورت میں پیش کیا۔ مخدوم صاحب کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی تصنیف کردہ کتب عالم اسلام کی سب سے بڑی جامعہ ''الازہر'' میں شامل نصاب رہی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو کی تحقیق کے مطابق مخدوم صاحب کی عربی کتابیں دنیائے اسلام کی عظیم یونیورسٹی ''جامعہ الازہر'' مصر میں پڑھائی جاتی تھیں۔(۲۵)

مخدومؒ کی اگر علمی وسماجی خدمات اور دیگر کارہائے نمایاں کو طائرانہ نظر سے دیکھا جائے تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اتنی مختصر مدت میں اتنا کام؟ غالباً یہ عظیم مشن صرف اس وجہ سے ممکن ہوا کہ مخدوم صاحب نے ایک نظام الاوقات مقرر کر رکھا تھا۔ چوبیس گھنٹوں میں ہر کام کے لیے علیحدہ وقت مقرر تھا۔ درس وتدریس کے لیے علیحدہ، کتابوں کی تصنیف وتالیف کے لیے علیحدہ اور عبادات الٰہی کے لیے علیحدہ اور اصلاح سماج کے لیے ذمہ داران ریاست سے ملاقات اور خط وکتابت کے لیے الگ الگ وقت مقرر تھا۔

حضرت مخدوم ہاشم ٹھٹھویؒ کا قول ہے ''بلاشبہ زندگی فکر وعمل کا نام ہے''۔ اسی وجہ سے آپ کی زندگی جدوجہد، اجتہاد اور فکر وعمل سے بھرپور تھی۔ آپ کی تمام عمر دعوت اسلام اور اصلاح معاشرہ کی سرگرمیوں میں گزری۔ آپ کی کوششوں سے سینکڑوں غیر مسلم دولت اسلام سے مشرف ہوئے اور آپ کی دعوت وتبلیغ سے احیائے معاشرہ ہوا۔

ڈاکٹر غلام عباس قادری نے میر علی شیر قانع کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے: دین متین کی رسوم کے احیا میں مخدوم صاحب اپنی نظیر آپ تھے۔ اس زمانے میں ان کی کوششوں سے ایسے بڑے بڑے کارنامے سرانجام پائے، جو دین حق کی تقویت کا سبب بنے۔ ان کی مساعی جمیلہ سے صدہا مشرکین وغیر مذاہب کے لوگ مشرف بہ ایمان ہوئے۔ نادرشاہ اور احمد شاہ ابدالی جیسے فرماں روایان وقت سے خط کتابت کی راہ کھلی رکھتے تھے اور ان کی درخواستوں پر تقویت دین کے متعلق خاطر خواہ احکام جاری ہوتے اور خوبی کے ساتھ عمل میں آیا کرتے تھے۔ غرض ان کا وجود ایک سرمایہ تھا۔(۲۶)

مقامی سندھی زعما اور امرا کے ضمن میں مخدومؒ نے سندھ کے والی غلام شاہ کلہوڑ سے رابطہ قائم کر کے شرعی احکام کے سلسلے میں ایک فرمان جاری کیا جس میں سرکاری عمل دار مخدومؒ کے ساتھ معاونت کے ذمہ دار رہے۔ اس فرمان میں مندرجہ ذیل احکام درج تھے۔

۱۔اس حکومت کے کارکنوں کومعلوم ہونا چاہیے کہ وہ جناب مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ کے شرعی فیصلے جاری کرنے کی کوششیں کریں ۲۔عاشورہ میں ماتم، تابوت نکالنے اور دیگر بدعات سے منع کریں، ۳۔نشہ آور اشیا کے پینے اور فروخت کرنے پر پابندی لگائیں، ۴۔عورتوں کو اکیلا قبرستانوں اور باغیچوں وغیرہ میں جانے سے روکا جائے، ۵۔کسی کی وفات پر ماتم کرنے سے منع کیا جائے، ۶۔مسلمانوں کو سنت نبوی کے مطابق یک مشت داڑھی سے کم رکھنے اور لمبی مونچھیں رکھنے پر پابندی عائد کی جائے۔

مذکورہ بالا احکام کے لیے عمل داری سختی سے کام لے کر ان کی پابندی کرائیں اور ان احکام کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دیں تاکہ رعایا میں کوئی شخص غیر شرعی کام نہ کر سکے۔اس کے علاوہ نماز روزہ اور دیگر عبادات کے لیے تاکید کی جائے۔ان احکام کی بجا آوری میں انحراف نہیں ہونا چاہیے۔"(۲۷)

اس فرمان کے جاری ہونے کے بعد کیا ردعمل ہوا؟ سندھ کی ادبی تاریخ میں مرقوم ہے:"پروانہ ملنے کے بعد مخدومؒ نے ٹھٹھہ اور گردونواح کے رہنے والے مسلمانوں کو اسلامی اصولوں اور شریعت کے قوانین پر چلنے کے لیے آمادہ کیا۔ٹھٹھہ اور گردونواح میں سب بدعتیں بند ہوگئیں اور غیر آباد مسجدیں دوبارہ آباد ہوگئیں"۔(۲۸)

علامہ قاسمی نے تو یہاں تک لکھا:اس وقت ٹھٹھہ میں ہر آدمی باجماعت نماز مسجد میں ادا کرتا تھا اور ہر آدمی گھر میں اکیلا نماز پڑھنے کو عیب سمجھتا تھا۔یہ مخدوم صاحب کے انقلابی فرمان کا اثر تھا۔

مخدوم ہاشم ٹھٹویؒ نے شرعی احکام کی پابندی پر اتنا زور دیا کہ وضو اور غسل کے لیے بھی شرعی مقدار میں پانی استعمال کرنے کا حکم دیا اور پورے وزن کے لاٹے بنوائے جن کو اس زمانے میں ہاشمی کوزہ کہا جاتا تھا۔(۲۹)

شعبان ۱۱۴۷ہجری میں آپ نے جو حکم نامہ اصلاح معاشرہ جاری کروایا وہ حسب ذیل ہے:

مخدوم محمد ہاشمؒ کے ارشاد کے مطابق تمام معالی حکومت حال و مستقبل کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اسلامی مقدمات کا اجرا کیا جائے، ماتم تابوت اور روز عاشور کی دیگر خلاف شرع بدعات کو فوری بند کیا جائے، تمام نشہ آور اشیا، قمار بازی، رنڈی بازی، خواتین کا بلا روک ٹوک قبرستان، تفریح گاہوں اور سیر گاہوں میں جانے پر پابندی عائد کی جائے، ہندوؤں کا سر بازار گھٹنے ننگے کر کے بیٹھنا اور چلنا ممنوع ہے، سخت کوشش کی جائے کہ رعایا محرمات اور منکرات کے ارتکاب سے بچ جائے، نیز تمام مسلمانوں کا سخت تاکید کی جائے کہ وہ نماز روزہ اور تمام اسلامی عبادات مالی و جانی پر بھرپور عمل کریں اور کسی طرح کی کاتاہی اور سستی نہ کریں۔ (۳۰)

گو اس حکم نامے کے بعد بعض ناعاقبت اندیشوں نے میاں غلام محمد شاہ کلہوڑا کو مخدوم صاحب سے بدگمان کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی جملہ مکاریاں رائیگاں گئیں۔میاں غلام محمد نے آپ کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنا کر سب سازشوں کے دروازے بند کر دیے۔

## ہم عصر علما اور شعرا

مخدوم ہاشم ٹھٹوی ؒ کا دور (۱۱۰۴ہجری تا ۱۱۷۴ہجری) علمی اور ادبی لحاظ سے بڑا سنہری دور تھا۔ سندھ کے ہر قصبے اور گاؤں میں علمی محفلیں اور ادبی مجالس منعقد ہوتی تھیں اور بہت سے مکاتب اور مدارس قائم تھے جن میں علما، شعرا، علمی، ادبی اور دینی خدمات انجام دیتے تھے۔

مخدوم صاحب کے دور میں اور ان سے کچھ عرصہ بعد ایک طرف صوفی شاعر شاہ عبد اللطیف بھٹائی (۱۱۶۵ہجری) مخدوم عبد الرؤف بھٹی (متوفی ۱۱۶۶ھ) علی شیر قانع ٹھٹوی (متوفی ۱۲۰۳ھ) علم وادب کی خدمت میں مشغول تھے تو دوسری جانب مشہور عالم وفاضل مخدوم محمد قائم مدنی (متوفی ۱۱۵۷ھ) مخدوم محمد حیات مدنی (۱۱۶۳ھ) مخدوم عبد الرحمان کہڑائی (متوفی ۱۱۴۵ھ) مخدوم اسماعیل پریالوی (متوفی ۱۱۷۴ھ) سید محمد بقا شاہ شہید (۱۱۹۸ھ) ابو الحسن کبیر مدنی (متوفی ۱۱۳۹ھ) ابو الحسن ڈاہری (متوفی ۱۱۸۱ھ) درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول نظر آتے تھے۔

علم کا یہ آفتاب اپنی تابانیوں سے سے سر زمین سندھ کو منور کرتے ہوئے ۷۰ سال کی عمر میں ۶ رجب المرجب ۱۱۷۴ہجری میں غروب ہو گیا۔

☆☆☆☆☆

## حوالے


(۱) مخدوم ہاشم ٹھٹوی، بیاض ہاشمی قلمی، ج۴، ص۸۲

(۲) قاضی اطہر مبارک پوری، عرب و ہند عہد رسالت میں، ص۱۹۲، تخلیقات، لاہور ۲۰۰۴ء

(۳) خطیب تبریزی، ولی الدین ابو عبداللہ، الاکمال فی اسماء الرجال، ص۶۱۸، مکتبہ عربیہ سعودیہ ۱۹۹۷ء

(۴) قدوسی، مولانا اعجاز الحق، سندھ کی تاریخی کہانیاں، ص۱۰۳، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۱۸ء

(۵) قدوسی، مولانا اعجاز الحق، سندھ کی تاریخی کہانیاں، ص۱۰۳، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۱۸ء

(۶) حاجی خلیفہ، کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون، ج۱، ص۶۳۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت

(۷) عسقلانی، حافظ ابن حجر، تقریب التہذیب، اردو ترجمہ مولانا نیاز احمد، ج۱، ص۲۶۴، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

(۸) قاضی، مبارک پوری، محمد اطہر، ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص۱۴۹، مکتبہ عارفین، کراچی ۱۹۶۷ء

(۹) مقدسی، شمس الدین محمد ابو عبداللہ، احسن التقاسیم، ص۴۸۱، مکتبہ مدبولی، قاہرہ مصر ۱۹۰۶ء

(۱۰) مقدسی، شمس الدین محمد ابو عبداللہ، احسن التقاسیم، ص۴۷۹، مکتبہ مدبولی، قاہرہ مصر ۱۹۰۶ء

(۱۱) حموی، یاقوت بن عبداللہ البغدادی، معجم البلدان، ج۴، ص۱۱۸، دارصادر، بیروت، ۱۹۹۵ء

(۱۲) نجیب آبادی، اکبر شاہ مولانا، آئینہ حقیقت نما، ص۱۴۹، شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند، انڈیا۔

(۱۳) ڈاکٹرعبدالرسول قادری،مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی:سوانح حیات اور علمی خدمتیں (سندھی) ،ص ۲۹ سندھی ادبی بورڈ جامشورو،۲۰۰۶ء

(۱۴)دہلوی،شاہ ولی اللہ محدث،فیوض الحرمین ۔اردو ترجمہ پروفیسر محمد نیاز،ص ۸۱تا ۸۴، دارالاشاعت کراچی،۱۴۱۴ہجری

(۱۵) رچرڈ ایف برٹن ۔سندھ اور سندھو ماتھری،اردو ترجمہ حنیف صدیقی،ص ۲۹

(۱۶) ڈاکٹرعبدالرسول قادری،مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی:سوانح حیات اور علمی خدمتیں (سندھی) ،ص ۲۹ سندھی ادبی بورڈ جامشورو،۲۰۰۶ء

(۱۷)ابوالخیرصاحبزادہ ڈاکٹر زبیر،سندھ کے صوفیائے نقشبند،جلد ا،ص ۱۴۶۔۱۴۷ارکن اسلام پبلیکیشنز،حیدرآباد ۲۰۰۶ء

(۱۸) حنبل،امام احمد،المسند، ج۴۵،ص ۴۷۷،حدیث نمبر ۲۷۴۸۳،مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،۲۰۰۱ء

(۱۹) حنبل،امام احمد،المسند، ج۴۵،ص ۴۷۷،حدیث نمبر ۲۷۴۸۳،مکتبہ مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت،۲۰۰۱ء

(۲۰) امام مسلم بن حجاج،جامع صحیح ، کتاب الفتن ،حدیث نمبر ۷۲۶۰

(۲۱) ابوالخیرصاحبزادہ ڈاکٹر زبیر،سندھ کے صوفیائے نقشبند،جلد ا،ص ۱۴۶،رکن الاسلام پبلیکیشنز،حیدرآباد ۲۰۰۶ء

(۲۲) ابوالخیرصاحبزادہ ڈاکٹر زبیر،سندھ کے صوفیائے نقشبند،جلد ا،ص ۱۴۶،رکن الاسلام پبلیکیشنز،حیدرآباد ۲۰۰۶ء

(۲۳) ابوداؤد سجستانی،سلیمان بن اشعث،السنن، کتاب الملاحم،باب امر بالمعروف،حدیث نمبر ۴۳۰۲

(۲۴) ڈاکٹرعبدالرسول قادری،مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی:سوانح حیات اور علمی خدمتیں (سندھی) ،ص ۷۴۔۷۵ سندھی ادبی بورڈ جامشورو،۲۰۰۶ء

(۲۵) ڈاکٹر غلام عباس قادری، صراط الھدیٰ،اشاعت خاص،ص ۲۷۷،ادارہ علوم اسلامی کراچی،۲۰۰۹ء

(۲۶) ڈاکٹر غلام عباس قادری،صراط الھدیٰ،اشاعت خاص،ص ۲۸۰،ادارہ علوم اسلامی کراچی،۲۰۰۹ء

(۲۷) الوحید۔سندھ آزاد نمبر،ص ۳۲،۱۲جون ۱۹۳۶ء

(۲۸) محمد صدیق میمن،سندھ جی ادبی تاریخ، ج ا،ص ۱۵۲،خان بہادر پبلشر،جامشورو سندھ یونیورسٹی،۲۰۰۰ء

(۲۹) الوحید۔سندھ آزاد نمبر،ص ۳۳،۱۲جون ۱۹۳۶ء

(۳۰)ابوالخیرصاحبزادہ ڈاکٹر زبیر،سندھ کے صوفیائے نقشبند،جلد ا،ص ۱۴۶۔۱۴۷،رکن الاسلام پبلیکیشنز،حیدرآباد ۲۰۰۶ء